تقریر: امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

شہادت حسینؓ کا اصل ذمہ دار کون؟

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی
الأرض ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد
خوفھم أمناً۔ صدق اللہ العظیم۔

حضرات! جمعیت اہل حدیث ملتان کا یہ جلسہ اللہ کی توفیق سے ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ آپ حضرات بڑے ذوق وشوق سے تشریف لاتے ہیں تاکہ آپ علمائے کرام کی تقاریر سن کر کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی آخرت کو سنوارنے اور سدھارنے کا اہتمام کر سکیں۔

اس سلسلے میں یہ بہت اہم بات ہے کہ ہم یہ جانیں کہ جس بات کو ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ بات اللہ اور اس کے رسول کے حکم مطابق ہے بھی یا نہیں؟ اس لیے کہ اگر ایک شخص ایک مسئلہ کو دین سمجھ کر اختیار کیے رہے اور وہ مسئلہ دین کا نہ ہو تو پھر اسے نہ صرف یہ کہ اس مسئلے پر عمل کرنے کا کوئی ثواب اور فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ الٹا اسے گناہ ہوگا اور اس پر عمل کرنے والا اللہ کے عذاب کا مستحق ہوگا، اس کی رحمتوں سے دور ہوگا اور وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوگا۔ آدمی وقت بھی ضائع کرے، جان بھی لگائے، اپنا آپ اس میں کھپائے اور فائدہ بھی کچھ نہ ہو۔ اس کام کے کرنے سے کیا حاصل! کبھی کوئی شخص اس کھیت میں ہل نہیں چلاتا اور اس زمین کو پانی نہیں دیتا جس سے اسے کوئی فائدہ اور نتیجہ حاصل ہونے کی توقع نہ ہو، محنت آدمی وہاں کرتا ہے، جدوجہد اور کوشش وکاوش وہاں صرف کرتا ہے جہاں اسے کچھ حاصل ہونے کی توقع ہو اور جہاں اسے کسی چیز کے نہ صرف یہ کہ حاصل ہونے کی توقع نہ ہو بلکہ اپنی محنت کے رائیگاں جانے کے بعد الٹا سزا ملنے کا خدشہ ہو آدمی وہاں کوشش وکاوش کرنے کے لیے آمادہ وتیار نہیں ہوتا۔

ہم اگر دنیا کے معاملات کے بارے میں اتنے ذہین، اتنے فطین، اتنے زیرک، اتنے دانا اور اتنے سمجھ دار واقع ہوئے ہیں۔ اس مختصر سی زندگی کی آسائش وکشائش کے لیے جو زندگی گنتے چنے دنوں پر مشتمل ہے۔ اس مختصر سی زندگی کے لیے آدمی اتنی تگ و دو اور چھان پھٹک کرتا ہے کبھی اس نے اس زندگی کے لیے بھی غور وفکر کیا ہے جو زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے اور جس زندگی کا پہلا دن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پچاس ہزار سال طویل ہوگا۔ اس زندگی کے بارے میں کبھی سوچا ہے کہ جن عقائد ونظریات پر ہم عمل پیرا ہیں اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں آخرت میں اس کے نتیجے میں کچھ حاصل ہوگا یا نہیں؟ کبھی ہم نے آخرت کی لامتناہی زندگی کے متعلق سوچا کہ جس چیز کو ہم نے دین سمجھ کر اپنایا ہوا ہے وہ دین ہے بھی کہ نہیں؟ کبھی ہم نے غور کیا ہے؟۔

آج ہر گروہ اس بات پہ خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔

آج بدقسمتی یہ ہے کہ کچھ ہم سوچنے کے لیے تیار نہیں کچھ ہمارے گرو ہمارے دماغوں پر پہرے بٹھائے ہوئے ہیں اور ہمیں سوچنے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں۔ انہوں نے مسئلہ بنا لیا ہے کہ اپنے سوا کسی کی بات ہی نہ سنو تا کہ گھر کی مچھلی گھر ہی میں رہے۔ نہ کوئی دوسرا پانی دیکھے نہ اس کا اسے شوق ہو۔ اور مسئلہ یہاں تک بنا لیا گیا ہے کہ جس نے دوسروں کی بات سن لی اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کو غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج پوری قوم کے اندر تحقیق کا مادہ ختم ہو چکا ہے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا وہی مذہب اختیار کر لیا۔ کبھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ جو دین باپ دادے کا ہے اس کا دین اسلام میں کوئی تعلق ہے یا نہیں۔

آج ہماری کیفیت اس سلسلے میں بالکل ان لوگوں کی ہے۔ جن کی طرف رب کائنات نے رحمت کائنات کو مبعوث کیا تھا اور جب آپؐ نے اللہ کا کلام ان کو سنایا انہوں نے اس کے جواب میں کوئی دلیل نہ پائی۔ مجبور ہو کر کہنے لگے۔

بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَآءَنَا ۔

ہم تیری بات کا دلیل سے جواب نہیں دے سکتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسے ہی کرتے تھے جو ہم کر رہے ہیں۔ قرآن نے جواب میں کہا۔

أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۔

اے میرے محبوب ان سے کہیے اگر تمہارے باپ دادا بے عقل تھے تو تم نے بھی بے عقل ہی رہنا ہے ۔؟

ہماری حالت بھی بالکل وہی ہے۔ ہم کہتے ہیں دین وہی ہے۔ جو ہمارے آباؤ اجداد نے اختیار کر رکھا تھا۔

سُن لو! ہم اللہ کے فضل و کرم سے اپنے مسلک کے کسی شخص کو یہ نہیں کہتے کہ تم دوسروں کی بات نہ سنو۔ ہم کہتے ہیں ساری کائنات کے لوگوں کی بات سنو، مانو صرف وہی جو رب کے قرآن میں ہو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں۔ ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اس لیے کہ جس کی دکان پہ سودا کھرا ہو وہ دوسروں کی دکان پر جانے سے نہیں ڈرتا۔ ڈرتا وہ ہے جس کی دکان پہ سودا کھوٹا ہو۔ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ بھولا پنچھی کسی دوسری دکان پر چلا گیا تو میری دکانداری ٹوٹ جائے گی ۔

آؤ آج حق کو حق سمجھ کر مانو۔ یہ نہ دیکھو کہ ہمارے اجداد و اسلاف اس پر کاربند تھے کہ نہیں۔ تمہارے اجداد و اسلاف کے بارے میں روز قیامت پوچھ گچھ نہ ہو گی۔ اس دن تم سے سوال تمہارے بارے میں ہو گا۔ تمہارے دین کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ دین کس کا نام ہے؟

کل یدّعی وصلَ لیلیٰ ۔

ہر گروہ کہتا ہے کہ جسے میں اختیار کیے ہوئے ہوں وہ دین ہے ۔

لوگو! سن لو! دین کسی بڑے کی بات کا نام نہیں ہے۔ دین نام ہے عرش والے کے قرآن کا اور مدینے والے کے فرمان کا۔ اس کے سوا اگر دین کسی چیز کا نام ہوتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رحلت سے قبل اپنے ساتھیوں کو اس کی خبر دے کر جانا چاہیئے تھا

آج افسوس ہے کہ لوگوں نے جمعرات کو مزاروں پہ جانے کا نام دین سمجھ لیا ہے۔ لوگوں نے آسان راستہ ڈھونڈا۔ نمازوں کی ادائیگی کو مشکل جانا، روزوں کو گراں سمجھا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی حج کے فریضے سے عہدہ برآ ہونا ان تمام عبادات کو مشکل جانا۔ انہوں نے آسان راستہ اختیار کر لیا کہ ساتویں دن کسی قبر پر چلے جاؤ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ لوگوں نے دین اسے سمجھ لیا۔

ایک اور گروہ اٹھا، اس نے کہا کہ یہ بھی مشکل بات ہے مہینے کی چار جمعراتیں اور سال کی پچاس یا باون۔ یہ بھی لمبا کام ہے۔ سال بھر میں مہینے کے دس دن بالعموم اور دسویں محرم کو بالخصوص ماتم کر لو پیٹ لو سینہ کوبی کر لو۔ لہو لہان ہو جاؤ۔ ایک دن کا رونا پیٹنا کافی ہے۔ اب یاروں نے کہا کہ یہ تو بڑا آسان مسئلہ ہو گیا اور پھر حدیث بنالی۔ ان کی مقدس کتاب اصول کافی کی حدیث ہے۔ کہا اے حضرت! نماز نہیں پڑھتا مگر حسینؓ سے محبت ہے، کہا اور؟ روزے بھی نہیں رکھتا نیکی کا کوئی کام بھی نہیں کرتا، برائی کے سارے کام کرتا ہوں۔ کہا: حسینؓ سے محبت تو کرتے ہو! کہا، محبت ہی نہیں کرتا اس کی یاد کر کے روتا بھی ہوں۔ کہا۔

لیس علَى الله أن يغفر لمحب حُسَين ۔ (رجال کشی مطبوعہ عراق)

اللہ کو کوئی پرواہ نہیں کہ تو نماز پڑھتا ہے یا نہیں پڑھتا زکوٰۃ دیتا ہے یا نہیں دیتا جب تو حسینؓ کا نام لے کے رو لیتا ہے اللہ تیرے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اس سے زیادہ آسان بات کیا ہے!۔

پھر قرآن کی سینکڑوں آیات جن میں نماز کا حکم دیا گیا ہے ان کی کیا ضرورت ہے؟

اور روتے بھی کیوں ہو؟ کہتے ہیں: روتے اس لیے ہیں کہ سنیوں نے حسینؓ کو شہید کر دیا۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ سنیوں نے مارا!

تاریخ اٹھاؤ اس سے پوچھو حسینؓ کو کس نے مارا؟ تیری کتاب الارشاد شیخ مفید کی، تیری کتاب اعلام الوریٰ طبرسی کی، تیری کتاب الفصول المہمہ ابن صباغ کی، تیری کتاب کشف الغمہ اربلی کی، تیری کتاب جلاء العیون ملا باقر مجلسی کی، تیری کتاب مروج الذہب مسعودی کی ان کتابوں سے پوچھ حسینؓ کا قاتل کون ہے؟

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اپنی بات کہوں تو جھوٹا۔ (آج انشاء اللہ کوئی بات بے حوالہ نہیں کہوں گا) ملتان والو! آج مسئلہ سن لینا ہے

شاید بقید زیست یہ ساعت نہ آسکے
تم داستانِ شوق سنو اور سنائیں ہم

آج فیصلہ ہو جائے کہ حسینؓ کا قاتل کون ہے؟

جب یزید کو ولی عہد بنایا گیا۔ حسینؓ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ جب کوفے کے شیعوں

کو اس کا علم ہوا سلیمان الخزاعی کے گھر میٹنگ ہوئی کہ حسینؓ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیا کیا جائے؟ لوگوں نے کہا حسین ہمارے علی کا بیٹا ہم علیؓ کے شیعہ، ہم بھی اس کو حکمران نہیں مانتے جس کو حسینؓ نہیں مانتا۔ کہا کہ پھر ہمارا حکمران کون ہے؟ کہنے لگے۔ ہمارا حکمران حسینؓ ہوگا۔ خط لکھا۔ ڈیڑھ سو شیعہ لیڈروں نے اس پر دستخط کیے۔ سنی کتاب کا حوالہ نہیں تیری کتاب الارشاد اور کشف الغمہ کا حوالہ ہے۔ دو قاصدوں کو خط دیا کہ جاؤ حسینؓ کو جا کر کہو؛

کوفے والوں نے یزید کو امام نہیں مانا، تجھ کو امام مانتے ہیں کوفہ میں آؤ ہم تمہاری بیعت کے لیے تیار ہیں۔ قاصد روانہ ہو گئے ابھی انہیں روانہ ہوئے دو دن ہی ہوئے تھے کہ پھر دو قاصد اور روانہ ہو گئے۔ حسین! جلدی آؤ۔ پورا کوفہ تمہاری بیعت کے لیے تیار ہے۔ قاصد حضرت حسینؓ کے پاس پہنچے۔ حسینؓ شیعہ روایات کے مطابق ستاون برس کے بوڑھے تھے۔ میں نے عمر اس لیے بتائی ہے کہ جب مجلس کا ذاکر حسینؓ کا تذکرہ کرتا ہے تو ایسا نقشہ کھینچا جاتا ہے کہ جس طرح گیارہ برس کا نابالغ بچہ لڑنے کے لیے جا رہا ہے۔

حسینؓ اس وقت بوڑھے تھے۔ یہ ساٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔ جذبات میں نہیں آئے خط پڑھے۔ اپنے چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کو بلایا۔ فرمایا مسلم! کوفے والوں نے خط لکھے ہیں۔ مجھے بلایا ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنے جانے سے پیشتر تجھے بھیجوں تا کہ تو کوفے کے حالات لکھ کر مجھے بھیجے۔

مسلم بن عقیل روانہ ہوئے ذرا اپنی کتاب تو اٹھا شیخ مفید کی الارشاد اور طبرسی کی اعلام الوریٰ مسلم بن عقیل رات کی تاریکی میں مدینہ پہنچے وہاں سے راستہ بتلانے کے لیے دو کرایے پر راہبر لیے۔ کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ خدا کی قدرت دیکھیے دونوں راہبروں نے راستہ گم کر دیا۔ صحرا میں پھنس گئے۔ پانی کا آخری قطرہ بھی ختم ہو گیا۔ کھانے کے لیے کچھ بھی نہ رہا۔ راستے کا پتہ نہ چلتا تھا۔ دونوں راہبر بھوک اور پیاس کی وجہ سے دم توڑ گئے۔ مسلم بن عقیل نے صحرا میں ان دونوں کو دفن کیا۔ بڑی مشکل سے راستہ ملا۔ پانی کے کنویں پر پہنچے۔ رک گئے۔ سفر ختم کر دیا دیا۔ حسینؓ کی خدمت میں خط لکھا۔ حسینؓ! دونوں راہبر مر گئے ہیں۔ مجھے بد شگونی ہے میرا سفر ناکام ہوگا۔ اجازت دو تو پلٹ آؤں۔ تیری کتاب کا حوالہ۔ مفید الارشاد میں لکھتا ہے حسینؓ کے پاس خط پہنچا۔ قاصد کو واپس روانہ کیا۔ کہا: تیرا باپ بھی بزدل تھا تو بھی بزدل ہے اس لیے گھبرا گیا۔ سفر کو جاری رکھو۔ مسلم بن عقیل شرمندہ ہوئے سفر کو جاری رکھا۔ کوفے پہنچے۔ واقعہ لمبا ہے

اٹھارہ ہزار آدمیوں نے پہلے ہفتے میں موت کی بیعت کی پھر ایک لاکھ آدمی تلواریں لے کر مسلم بن عقیل کے ہاں اکٹھے ہو گئے۔ وہ ابن ہانی کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب نے مل کر کہا مسلم! حسینؓ کو بلاؤ، ہم حسینؓ کے شیعہ ہیں۔ ایک لاکھ تلواریں حسینؓ کی خاطر بے نیام ہیں، ہم حسینؓ کے لیے جان دینے کو تیار ہیں۔ اپنے خون سے خط لکھے۔ دو بوریاں بھر گئیں۔ قاصد کے ساتھ خطوں کی دونوں بوریاں روانہ کیں۔ مسلم بن عقیلؓ نے ایک سطر کا خط لکھا۔ کہا،

" ایھا الحسین! قد أینعت الثمار و نضجت العقود أقدم أقدم والسلام "

کہا: حسین! فصلیں پک گئیں۔ پھل تیار ہو گئے۔ جلدی سے آ جاؤ۔ جلدی سے آ جاؤ۔ والسلام۔
حسینؓ کو خط پہنچا۔ اسی وقت روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔ ادھر حسینؓ نکلے اُدھر کوفے کا گورنر عبید اللہ بن زیاد، یزید نے بشیر بن نعمان کو معزول کر دیا اور ابن زیاد کو بھیجا اور کہا بشیر نرم آدمی ہے۔ زیاد کے بیٹے! تم جاؤ۔ بغاوت کی خبریں آ رہی ہیں۔ اسے کچلنے کے لیے تمہارا جانا بڑا ضروری ہے

(ذرا اپنے دامن پہ نگاہ تو ڈالو)

مارشل لاء کے دور کا یہ فیض ہے کہ اس دور میں نہ صحابہ کی آبرو محفوظ ہے نہ ان کے ماننے والوں کی۔ کل لاہور کے ایک جلسے میں صحابہ کرام کو ننگی گالیاں دی گئیں اور ہمیں بھی دی گئیں۔ جب لوگوں نے مجھے بتلایا کہ صحابہ کرامؓ کو گالیاں دی گئی ہیں تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے جب انہوں نے کہا کہ تجھ کو بھی گالیاں دی گئیں تو میں نے اپنا سر سجدے میں جھکا لیا۔ اللہ! تیرا شکر ہے۔ قیامت کے دن آؤں گا۔ تو پوچھے گا نامہ اعمال میں کیا لے کر آیا ہے؟ میں کہوں گا۔ تیرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کی چوکیداری لے کے آیا ہوں۔

خونے نہ کردہ ایم کسے را نہ کشتہ ایم
جرمم ہمی کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

ہمارا کیا جرم ہے؟ صحابہ کی عظمت کی حفاظت! اگر یہ جرم ہے تو سن لو کعبے کے رب کی قسم! ہم اس جرم سے انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ قیامت کے دن ہمارے لیے یہ بات کافی ہو گی کہ سرور کائناتؐ کی بارگاہ میں آئیں گے۔ اللہ کا دربار ہو گا۔ نبی مکرمؐ حوض کوثر پہ بیٹھے ہوں گے۔ داہنے ہاتھ صدیقؓ ہو گا بائیں ہاتھ فاروقؓ پیاس سے نڈھال ہوں گے۔ آقائے کائنات سے پانی کے طلب گار ہوں گے۔ صدیقؓ آنکھ اٹھا کر دیکھیں گے کہ کون ہو؟ کہیں

گے ہم وہ ہیں جنہوں نے تیری عزت کے سامنے اپنی چھاتیوں کو تان دیا تھا کہ ہمارے سینوں کو چھلنی کر دو ہمارے صدیق پر لعن و تشنیع کے تیر نہ برساؤ۔ (۱)

تو ظلم کی بات ہے کہ آج گالیاں دیتے ہو۔ الزام دیتے ہو۔ کل ایک ذاکر نے کہا (سی آئی ڈی کے لوگ موجود ہیں لکھیں) اس نے کہا کہ اگر سکھ اندرا گاندھی کو قتل کر سکتے ہیں تو ہم بھی سکھوں سے کم نہیں ؏۲

سن لو! ہم نے تمہاری بہادری دیکھی ہوئی ہے۔ تمہاری بہادری کیا ہے؟ مسلم بن عقیل کو خود بلا کر تم نے جوان کے ساتھ حشر کیا تھا اس سے تمہاری بہادری کا راز عیاں ہو جاتا ہے۔

جب پتہ چلا کہ کوفے سے ابن زیاد چل پڑا ہے سب مسلم بن عقیل کو چھوڑ گئے کل تک کوفے کا کوئی گھرانہ نہ تھا جو حسینؓ کا نام لیوا نہ ہوا اور آج اس پورے شہر میں ایک گھر بھی ایسا نہیں جو حسینؓ کے سفیر اور ان کے بھائی کو پناہ دے سکے۔ اپنے کرتوت تو دیکھو۔ دیکھو تو سہی حسینؓ کا قاتل کون ہے؟ کس نے مسلم بن عقیلؓ کی مخبری کی تھی؟ کس نے انہیں گرفتار کروایا تھا۔ تم حسینؓ کے سفیر کو گرفتار کروانے والے ہو۔

مسلمؓ کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ انہیں شہید کر دیا گیا۔ شہادت سے قبل کہا: حسین کو میرا پیغام پہنچا دو کہ کوفے کے شیعوں پر اعتماد نہ کرنا۔

جاؤ! اگر ہمت ہے تو اس حوالے کو غلط ثابت کرو۔ کعبے کے رب کی قسم ہے کہ حوالہ اگر تیری کتاب کا نہ ہو تو زندگی بھر منبر پر قدم نہیں رکھوں گا

---

(۱) کس قدر الہامی اور سچے الفاظ ہیں جو رب کائنات کو اس قدر پسند آئے کہ آپؒ کی شہادت کا سبب ہی یہ بنا دیا۔ بم کا دھماکہ ہوا۔ اس کے ٹکڑے سینے کو چھلنی کر گئے زخم کاری ثابت ہوا اور صدیقؓ کی محبت کا دم بھرنے والا ان کے پہلو میں جا سویا۔

؏۲ الفاظ کے پردے کے پیچھے اس ذاکر کے جو عزائم کار فرما ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں یہ ایک واضح دھمکی ہے جو صدیق و فاروق کے دشمنوں کی طرف سے علامہ شہید کو دی گئی اور اس طرح کی کئی دھمکیاں زندگی میں آپ کو اندرون و بیرون ملک دی جاتی رہیں مگر آپؒ ذرہ برابر پرواہ کیے بغیر عظمت صحابہؓ کو بیان کرتے اور دشمنان صحابہ کی سیہ کاریوں سے نقاب اٹھاتے رہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

کوئی آجائے حوالہ غلط ثابت کرے۔ تیری کتاب کا حوالہ، کہا، کوفے کے شیعوں پر اعتماد نہ کرنا۔ حسین! پلٹ جاؤ، یہاں نہ آنا۔

ادھر حسینؓ چل چکے تھے۔ راستے میں روکنے والوں نے روکا مسلم بن عقیلؓ کا پیغام پہنچا۔ ساتھ والے ساتھ چھوڑ گئے۔ اپنا خانوادہ ساتھ رہ گیا۔ حسینؓ نے کہا: پلٹ چلو مسلم بن عقیلؓ کے گھرانے والوں نے کہا کہ ہمارا آدمی مرگیا ہے ہم کیسے پلٹیں۔ حسینؓ نے کہا کہ اگر تم واپس نہیں جاتے تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔

دس محرم کو کربلا پہنچے۔ ساری شیعہ کتابوں کے اندر حسینؓ کا خطبہ موجود ہے کوفیوں کو دیکھا جنہوں نے حسینؓ کے لیے موت کی بیعت کی تھی۔ حسینؓ کے خلاف تلواریں لے کر کھڑے ہیں۔ حسینؓ حیران و ششدر، کہا: شیعانِ علیؓ! ایک ایک کا نام لیا۔ جا اپنی کتاب اٹھا۔ کہا تم تو وہ ہو جنہوں نے مجھے بیعت کے خط لکھے۔ خطوں کی دونوں بوریوں کو الٹا۔ نام پڑھے کہا! تم نے ہی تو مجھے بلایا ہے اور آج اگر میری حمایت نہیں کر سکتے تو میرا مقابلہ کیوں کرتے ہو۔ جواب دینے والے نے جواب دیا۔

ہم تو وہ ہیں جنہوں نے تیرے باپ سے وفا نہیں کی تیرے بھائی سے وفا نہیں کی۔ تجھ سے وفا کیسے کریں گے ؎

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

پھر حسینؓ کو انہیں کوفیوں نے شہید کیا اور میری نہ مان۔ آ حسینؓ کے بیٹے زین العابدین سے پوچھ۔ جس کو تو بیمار کربلا کہتا ہے۔ آاس بیمار کربلا سے پوچھ کہ حسین کے قاتل کون تھے؟

کتاب تیری۔ یعقوبی کی تاریخ۔ لکھتا ہے کہ حسینؓ کا سر کاٹا گیا۔ قافلہ حسینؓ۔ حسینؓ کے گھر والے چلے۔ زین العابدین بیمار کربلا بھی ساتھ ہے۔ کوفہ پہنچے۔ دیکھا کوفے کے لوگ رو رہے ہیں۔ کوفہ کی عورتیں ماتم کر رہی ہیں۔ سن لے اپنی تاریخ کا حوالہ۔ حسینؓ کے بیٹے زین العابدینؒ سے جسے تو معصوم سمجھتا ہے۔ آ دیکھ تو سہی! حسین کے قاتل کون ہیں۔ حسینؓ کے گھرانے کی گواہی کیا ہے؟ کہا بیمار کربلا نے تلین یبکون؟

کس کو روتے ہیں؟ کیوں روتے ہیں؟ کہا: اس لیے روتے ہیں کہ حسینؓ مظلومیت کے ساتھ

شہید ہو گئے۔ زین العابدینؒ نے کہا، حسینؓ کو کس نے مارا ہے؟ میرے بابا کو کس نے شہید کیا ہے!
کہا: ابن زیاد نے۔ کہا!

كلا ورب الكعبة ۔ (تاریخ یعقوبی ۱/ ۲۲۵)

کعبہ کے رب کی قسم ہے میرے بابا حسینؓ کو ابن زیاد نے نہیں مارا کوفے کے شیعو! تم نے مارا ہے۔ بتلاؤ کس نے مارا ہے؟ کتاب بھی تیری۔ امام بھی تیرا حسینؓ کا اپنا بیٹا کوفے والوں سے کہہ رہا ہے کہ میرے باپ حسینؓ کے قاتل کوفہ کے شیعہ ہیں۔ ہم پر کیا الزام دیتے ہو؟ ہم نے کیا قصور کیا ہے؟

اور تعجب کی بات یہ ہے ——— مسئلہ آیا ہے تو بیان کر دیتا ہوں ——— مسئلہ یہ ہے کہ اگر حسینؓ کے قتل میں کسی نے حصہ لیا ہے تو اس پر الزام دھرو اس کے خلاف بات کرو۔ تم ثابت کرو کہ حسینؓ کا قاتل فلاں تھا۔ میں ثابت کرتا ہوں کہ نہیں حسینؓ کے قاتل کوفہ کے شیعہ تھے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ گفتگو حسینؓ کے قاتلوں تک محدود نہیں ہوتی بلکہ گالی ان کو دی جاتی ہے جو حسینؓ کی شہادت کے وقت دنیا میں موجود ہی نہ تھے۔ بات کرو حسینؓ کے قاتلوں کے خلاف جنہوں نے حضرت حسینؓ کی شہادت میں حصہ لیا۔ اس میں بھی نقطہ نظر کا اختلاف ہے۔ میں کہتا ہوں حسینؓ کو شہید شیعوں نے کیا ہے۔ تو کہہ کہ نہیں فلاں نے کیا ہے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ واقعہ بیان ہوتا ہے کربلا کا محرم کی آڑ میں، حسینؓ کی شہادت کی آڑ میں اور گالی دی جاتی ہے نبی محترمؐ کے ان پاک باز صحابہؓ کو جو کربلا میں موجود ہی نہیں تھے بلکہ دنیا میں ہی موجود نہیں تھے۔ اس کا جواب کیا ہے؟

جواب ملتا ہے کہ یزید کو حسینؓ کا حق چھیننے کی جرأت اس لیے ہوئی کہ پہلے حسینؓ کے باپ کا حق ابوبکرؓ و عمرؓ نے چھینا تھا۔ اس لیے ہم ابوبکرؓ و عمرؓ کی بات کرتے ہیں۔

کوئی ان سے پوچھے کہ اگر حسینؓ کے باپ کا حق ابوبکرؓ و عمرؓ نے چھینا تھا تو حسینؓ کے باپ علیؓ نے بھی وہ کام کیوں نہ کیا جو حسینؓ نے کیا تھا۔ اگر حسینؓ کے باپ علیؓ کا حق چھینا گیا اور چھیننے والا ابوبکرؓ تھا تو حسینؓ نے جس طرح یزید کے خلاف اعلان جنگ کیا تو علیؓ نے ابوبکر و عمر کے خلاف اعلان جنگ کیوں نہیں کیا۔ اور علیؓ زیادہ اس بات کا حق رکھتے تھے کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کرتے کیونکہ جس وقت حسینؓ کا حق چھینا گیا اس وقت حسینؓ بوڑھے تھے۔ ستاون برس عمر تھی اور یہ عمر جنگ و قتال کی نہیں ہوتی اور تمہارے قول کے مطابق جب حضرت

علیؓ سے ان کا حق چھینا گیا تو آپؓ ۳۲ برس کے جوان آدمی تھے۔ اور پھر حضرت علیؓ شیر خدا تھے۔ فاتح خیبر تھے۔ صارع مرحب تھے۔ قاتل مشرکین تھے۔ اسد اللہ الغالب علی کل غالب تھے۔ لا فتیٰ الا علی تھے لا سیف الا ذوالفقار تھے۔ یہی تیرا عقیدہ ہے ناں! اور یہی نہیں بلکہ حاجت روا تھے مشکل کشا تھے۔ وہ کیوں نہیں لڑے! اور حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ساری جنگوں میں حصہ لیتے رہے اور تیرے قول کے مطابق لیکلے حضرت علیؓ نے جنگ بدر میں ۳۵ مشرکوں کو مارا تھا۔ سارے جب بھاگ جاتے علیؓ قائم رہتے۔ انہوں نے وہ کام کیوں نہیں کیا جو ان کے بیٹے حسینؓ نے کیا۔؟

ذاکر کو جواب نہیں آتا۔ سر جھکا کر کہتا ہے۔ علیؓ نے ڈرتے ہوئے نہیں کیا تھا تقیہ کیا تھا میں پوچھتا ہوں کہ اگر علیؓ نے تقیہ کیا تو حسینؓ نے کیوں نہ کیا؟

بتلاؤ اور پھر یزید کے پاس تو بڑا لشکر تھا۔ اس کے باپ نے تو علیؓ سے مقابلہ کیا تھا شام کے ساٹھ ہزار سپاہی اس کے زیر کمان تھے۔ لیکن ابوبکرؓ تو رحم دل۔ کندھوں کو جھکا رکھنے والے بوڑھے آدمی تھے۔ یزید جوان تھا حسینؓ بوڑھے تھے۔ یہاں علیؓ جوان، ابوبکرؓ بوڑھے۔ ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟

اور پھر حضرت علیؓ نے خود کہا۔ نہج البلاغہ کے اندر۔ تیری سب سے مقدس کتاب علیؓ کے الفاظ ہیں۔

لو اجتمع أهل الارض كلها واللهِ ما خشيتُ وما بَالَيتُ

کہا: رب کی قسم ساری کائنات اکٹھی ہو جائے تب بھی مل کر علی کو نہیں ڈرا سکتی۔
بتلا، تیری بات سچی ہے کہ علیؓ کی؟

اور پھر تیری کتاب جزائری کی الأنوار النعمانیہ کے مطابق حضرت علیؓ کی تلوار میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ مرحب کو کاٹتی ہوئی، زمینوں کو چیرتی ہوئی، ساتویں زمین تک پہنچ گئی تھی۔ تو جس کی تلوار امریکہ اور روس کے ایٹم اور ہائیڈروجن بموں سے بھی زیادہ طاقتور تھی اسے ابوبکرؓ و عمرؓ سے ڈرنے کی کیا ضرورت تھی؟ علیؓ کہتے کہ ابوبکر! تو نے میرا حق چھینا ہے، میری تلوار آرہی ہے، ساری کائنات مل کے بھی علیؓ کی اس تلوار کا مقابلہ نہ کرسکتی۔

اسی طرح تیری تفسیر منہج الصادقین کے مطابق حضرت علیؓ اتنے بہادر تھے کہ ان کے پاؤں کی جنبش سے زمین ہل جاتی تھی، زلزلہ آجاتا تھا۔ انہیں ابوبکرؓ و عمرؓ سے ڈرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ایک اور بات ہے آج کل نادعلی کی کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ اس کا متن ہے۔

نادعلیا مظہر العجائب
تجدہ عوناً لک فی النوائب

یعنی تم علیؓ کو مشکل کے وقت پکارو۔ جب تمہارے منہ سے آواز نکلے گی علیؓ فوراً تمہاری مشکل کشائی کے لیے آ پہنچیں گے۔

جس کو زندگی کے بعد مشکل کشائی کے لیے پکارتے ہو وہ اپنی زندگی میں ابوبکرؓ عمرؓ سے ڈر کر اپنے حق سے کیسے دستبردار ہو گیا۔؟

جو اپنے حق سے دستبردار ہو گیا وہ تیرا حق تجھ کو کیسے لے کر دے گا؟ پہلے اپنا عقیدہ تو درست کر۔

کہتا ہے: حق چھینا گیا۔ خلافت غصب کر لی گئی۔ ہم نے کہا، اگر حضرت علیؓ سے خلافت چھینی گئی تھی۔ تو پھر انہوں نے خلفائے ثلاثہؓ کی بیعت کیوں کی؟ ان کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں؟ ان سے رشتے کیوں کیے؟ ان کے ناموں پہ اپنے بچوں کے نام کیوں رکھے؟ ان کی مدح وثنا کیوں کی؟

بات سن لو! اگر ان کی حکومت نادرست تھی، انہوں نے ان کا حق چھینا تھا تو ان کی طرف سے دیئے گئے عہدے کیوں قبول کئے؟ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں حضرت علیؓ قاضی القضاۃ تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت علیؓ تین مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر بنے۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی حضرت علیؓ قضاء کے عہدے پر فائز رہے اور یہ بات تمہاری اپنی کتابوں الارشاد، اعلام الوریٰ، کشف الغمہ اور تاریخ مسعودی میں درج ہے جس کی حکومت تسلیم نہیں کی جاتی اس کا عہدہ بھی قبول نہیں کیا جاتا۔ ۱۹۸۱ء میں سربراہان مملکت کانفرنس طائف میں پورے پاکستان کا واحد ممبر تھا۔ جب معلوم ہوا حکومت اسلامی نظام میں مخلص نہیں ہے میں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔

جس حکومت کے ساتھ اختلاف ہو اس کا عہدہ قبول نہیں کیا جاتا۔ حضرت علیؓ اس دور میں مختلف عہدوں پر فائز کیوں رہے۔ اگر اختلاف تھا تو عہدہ قبول نہ کرتے۔ ہر قسم کی پیشکش کو ٹھکرا دیتے کہتے تم خلافت پر ناجائز قابض ہو میں تم سے تعاون نہیں کرتا۔

اسی طرح اگر حضرت علیؓ کو ان سے کوئی دشمنی ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ سے اپنی بیٹی کا نکاح نہ کرواتے۔ کوئی شخص میرے اس حوالے کو غلط ثابت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں شیعہ کی ۱۱ کتب سے ثابت کروں گا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تھا۔

سن ہے۔حضرت علیؓ کی رائے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا تھی۔

تیری کتاب "الشافی للطوسی" کا حوالہ، ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد میں کسی شخص نے کہا: علیؓ نبیؐ کی امت میں سے سب سے افضل ہیں۔ علیؓ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ منبر پر چڑھے، کیا کہا؟ کہا۔

ایھا الناس خیر الخلائق بعد نبی اللہ ابو بکرؓ لوگو سن لو! کائنات میں نبیؐ کے بعد ابوبکرؓ سے افضل کوئی نہیں۔ "ثم عمرؓ پھر عمرؓ"۔ کہا: آج کے بعد اگر کسی شخص نے مجھ کو ابوبکرؓ وعمرؓ پر ترجیح دی تو میں اس کو تہمت کے الزام میں ۸۰ درّے ماروں گا اس لیے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کائنات میں نبی کے بعد سب سے افضل تھے۔ اگر ان کے درمیان کوئی عداوت ہوتی، خلافت و وراثت کا تنازعہ ہوتا تو اس محبت اور پیار کا وجود نہ ہوتا۔ بہرحال خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کے قاتل خود شیعان کوفہ ہیں۔ برا بھلا کہنا ہو تو انہیں کہا جائے۔ ماتم کرنے والے ان کا ماتم کریں ان کے خلاف سینہ کوبی کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اصل دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اہم اعلانات

---

(۱) ادارہ ترجمان السنہ کی طرف سے بالخصوص احباب جماعت کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے نام سے ادارے کی اجازت کے بغیر کسی قسم کی تحریر شائع کرنے کے مجاز نہیں۔ خلاف ورزی کے مرتکب کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی۔

(۲) ادارہ ترجمان السنہ نے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کی زندگی اور افکار و نظریات پہ ایک جامع کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کسی کے پاس بھی اس سے کوئی واقعہ یا کسی قسم کا مواد موجود ہو تو ادارے کو بھیج کر شکریے کا موقع دیں۔

(۳) ماہنامہ ترجمان السنہ میں اعلانات و اشتہارات کا خیر مقدم کیا جائے گا۔